ج: ان کی تحریر بہت با انداز تھی بڑی محبت اور توجہ سے لکھتے تھے اگرچہ ان کی تعلیم تو ایف اے تک تھی لیکن ان کی تحریر ان کی تعلیم سے بہت بلند تھی اب ''زندگی'' ہے یہ انھوں نے گورکھ پور جیل میں لکھی تھی۔ اس کتاب پر انھیں سر شہاب الدین نے جو اس وقت کونسل کے صدر تھے دو ہزار روپے انعام دیا تھا اور مولوی ظفر علی خان نے اس پر نظم کہی تھی جس کا ایک شعر مجھے یاد ہے:

جب سے افضل حق نے لکھی ہے کتابِ ''زندگی''

ہر ذی بصیرت پر کھلا ہے اب معمائے حیات

س: چودھری صاحب کے علاوہ بھی خاندان کا کوئی فرد تحریر وتقریر سے دلچسپی رکھتا تھا؟

ج: ہمارا خاندان کیونکہ بنیادی طور پر زمینداروں کا خاندان تھا اس لیے اس میدان میں چودھری صاحب اکیلے ہی تھے۔

س: چودھری صاحب کی کوئی خاص ادا جو آپ نے بطورِ خاص مشاہدہ کی ہو؟

ج: ان کی خاص ادا سجدہ کرنے کا شوق تھا۔ نماز کے پابند تھے اور اکثر تلاوتِ قرآن بھی کیا کرتے تھے، سجدہ کرنے کا شوق انہیں عشق کی حد تک تھا کہیں کچھ کر رہے ہوتے یا لکھ رہے ہوتے جونہی کوئی خیال آتا اپنے اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو جاتے تھے اور اس میں کسی جائے نماز یا خاص جگہ کی پابندی بھی نہیں تھی اگر جائے نماز سامنے ہو تو اس پر نہیں تو کسی کاغذ پر کپڑے پر جو چیز سامنے آئی اس پر سجدہ ریز ہو جاتے اور پھر اٹھ کر اپنے کام میں مشغول ہو جاتے تھے۔ یہ ان کی ایک عجیب ادا تھی۔

س: جب چودھری صاحب سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر سب سے رخصت ہو گئے تو اس وقت ان کی اہلیہ کی حیثیت سے آپ کے کیا تأثرات تھے؟

ج: کیا تأثرات ہو سکتے تھے، خدا کے بعد ہمارا ملجا و ماوا انہی کی ذات تھی۔ پھر وہ ایسے حالات میں رخصت ہوئے کہ گھر میں نہ کوئی دولت تھی نہ سرمایہ، نہ جائداد نہ مکان۔ اولاد بھی چھوٹی چھوٹی تھی پھر خود بھی ہمیں چھوڑ گئے۔ ان کے انتقال کے وقت ہماری کل جائداد یا ان کا ترکہ پندرہ روپے تھا (یہ باتیں کرتے ہوئے چودھری صاحب کی اہلیہ محترمہ کی آواز بھرّا گئی اور ان کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔)

س: آج کل کے بچوں کو کیا نصیحت کریں گی؟

ج: محنت کرو، سچ بولو، جھوٹ سے بچو۔ چودھری صاحب بھی جھوٹ سے شدید نفرت کرتے تھے اور صفائی کو پسند کرتے تھے۔ اگر جھوٹ سے بچا جائے تو انسان ضرور کامیاب ہوتا ہے۔

(ماہنامہ ''صوت الاسلام''، فیصل آباد۔ فروری ۱۹۸۹ء)

عبداللطیف ابوشامل

بھٹو، شورش کاشمیری اور تحریک ختم نبوت

کہ ہم سے لوگ دوبارہ ملا نہیں کرتے

یہ ۱۹۹۶ء کی بات ہے۔ میں اپنے تعلیمی سلسلے کے آخری مرحلے میں دارالعلوم کبیر والا سے جامعہ اشرفیہ لاہور منتقل ہوا تو ''المسعود'' کی ادارت کی ذمہ داری کے سلسلہ میں اُن دنوں پرانے اخباری ریکارڈ سے نئی باتیں تلاش کیا کرتا تھا۔ تاکہ ''المسعود'' کے لیے بہتر مضامین تلاش کر سکوں۔ ایک دوست کے ذریعے قائداعظم لائبریری باغِ جناح میں داخلے کا اجازت نامہ حاصل ہوا۔ ''امروز'' اور ''مساوات'' کے پرانے فائل دیکھ رہا تھا کہ بھٹو صاحب کا ایک انٹرویو نظر سے گزرا۔ اخبار یاد نہیں۔ ''امروز'' تھا یا ''مساوات''۔ جواب میں بھٹو صاحب نے درج ذیل واقعہ سنایا اور شورش کاشمیری کا نام لیا۔ درج ذیل اقتباس اور بھٹو صاحب کے اس انٹرویو میں فرق صرف اتنا تھا کہ وہاں انھوں نے مولانا تاج محمود مرحوم کی جگہ مولانا غلام غوث ہزاروی (مرحوم) کا نام لیا تھا کہ شورش صاحب کے ساتھ اس ملاقات میں وہ اُن کے ہمراہ تھے۔ ان شاء اللہ عن قریب میں یہ انٹرویو اور اُس کا حوالہ تازہ کر دوں گا۔ مولانا تاج محمود (مرحوم) کی بھی شورش صاحب سے بہت دوستی تھی۔ وہ بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ جلیس سلاسل نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ نیز دونوں بزرگ ہمارے لیے قابل احترام ہیں۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے، دینی حلقوں میں یہ حوالہ پہلی دفعہ چھپ رہا ہے۔ اس سے پہلے جو چھپا وہ کرنل رفیع الدین کے حوالے سے ہی چھپا۔ آپ پڑھیے اور اپنا ایمان تازہ کیجیے۔ جن لوگوں کا جلیس سلاسل نے تذکرہ کیا ہے وہ تینوں یا چاروں اپنے رب کے پاس پہنچ چکے ہیں اور یقیناً اس کارِ خیر میں اپنی شاندار خدمات پر اللہ سے انعام پا رہے ہوں گے۔

آج جبکہ قادیانی سازشیں منصوبہ بندیاں عروج پر ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ دور دور تک ہمیں مولانا تاج محمود، حضرت ہزاروی اور شورش کاشمیری جیسا سچا اور بہادر عاشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نظر نہیں آ رہا جو بھٹو صاحب کے سیاسی وارثوں کو شورش کی طرح یہ باور کرا سکے اور قائل کرے کہ ''قادیانیت اسلام اور پاکستان کی سب سے بڑی دشمن ہے۔'' اسے اگر طے شدہ قانون کی زنجیروں میں نہ جکڑا گیا تو مذہب اور وطن دونوں کے متعلقین کو بھاری قیمت چکانا پڑ سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ آمین۔ (عابد مسعود ڈوگر)

☆☆☆

اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ پاکستان میں وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں جب ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں نے ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و منصب پر حملہ کیا تو آغا شورش کاشمیری برہنہ تلوار بن کر ان پر ٹوٹا اور اس مقصد کے لیے آغا شورش کاشمیری نے قادیانی محاسبہ کمیٹی کی تشکیل دی۔ اللہ کے کرم اور آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہربانی سے میں بھی قادیانی محاسبہ کمیٹی کراچی کا پہلا کنوینر مقرر ہوا۔ اور جب نشتر میڈیکل کالج ملتان کے مہمان طلبہ کی ٹرین پر قادیانی طلبہ نے ربوہ ریلوے اسٹیشن پر حملہ کیا تو ''چٹان'' ہی ان مسلمان طلبہ کا محاذ بنا۔ اس

کے بعد ''چٹان'' کے تمام صفحات پر صرف اور صرف قادیانیوں کا محاسبہ ہوتا۔ آغا شورش کی خطابت کا مقصد صرف اور صرف دشمنانِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی گردن ناپنا رہ گیا۔ یہی وجہ تھی کہ ایک روز کراچی کے جبیس ہوٹل میں سابق رکن قومی اسمبلی و پاکستان دستور کمیشن کے چیئرمین مولانا ظفر احمد انصاری آئے اور وزیراعظم بھٹو کا پیغام دیتے ہوئے آغا شورش کاشمیری سے کہا کہ آپ ملک سے باہر چلے جائیں۔ اس لیے کہ بھٹو صاحب قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا فیصلہ کر چکے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اس کا کریڈٹ قوم آپ کو دے دے گی۔ آغا شورش نے نہ صرف اتنا کہا کہ وزیراعظم سے کہہ دیں کہ میں ملک سے باہر قطعی نہیں جاؤں گا اور اگر وہ کریڈٹ کے ہی خواہش مند ہیں تو میں اور ''چٹان'' یہ کریڈٹ ان کو ہی دے دیں گے۔ مجھے کریڈٹ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں خود قوم سے کہوں گا کہ اس کارنامے کا کریڈٹ بھٹو صاحب کو دے۔ میرا تو معاملہ ہی دوسرا ہے۔ عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کریڈٹ کا محتاج نہیں ہوتا۔ اب آپ کو ایک اہم واقعہ بتاتا ہوں جس کی گواہی یا ثبوت کے لیے ۲۹/ اکتوبر ۱۹۷۹ء کے ''چٹان'' میں ڈاکٹر محمد باقر کا مضمون صفحہ نمبر ۱۱ پر بھی ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

حال ہی میں ایک مقامی جریدے میں ایک عینی شاہد نے وثوق کے ساتھ بیان کیا ہے کہ پاکستان کے اُس وقت کے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو قادیانیوں کے متعلق سیاسی فیصلے کرنے میں کچھ متامل تھے۔ یہ ۱۹۷۴ء کے وسط کی بات ہے۔

نیشنل کمیشن آن ہسٹاریکل اینڈ کلچرل ریسرچ سے یہ استفسار کیا تھا کہ بھارت میں مسلمانوں کے دورِ حکومت میں اقلیتوں کو کیا مراعات حاصل تھیں۔ راقم اُن دنوں کمیشن کا رکن تھا اور مشیر تھا اور جب یہ فائل میرے پاس پہنچی تو میں نے اس پر لکھا کہ یہ سوال ہی غلط ہے۔ متحدہ بھارت میں مسلمان تو خود بھی ابھی تک اقلیت میں ہیں۔ اس لیے اپنے عہدِ اقتدار میں وہ صرف غیر مسلموں کو مراعات دے سکتے تھے نہ کہ اقلیتوں کو۔ بھٹو اس جواب سے بہت ناراض ہوئے۔ وہ کمیشن کے کنٹرولر بھی تھے۔ خیر کہنا یہ مقصود ہے کہ اس جریدے کے بیان کے مطابق انہی دنوں آغا شورش کاشمیری نے وزیراعظم بھٹو سے طویل ملاقات کی تو ایسی اثر انگیز تقریر کی کہ بھٹو کو کہنا پڑا کہ شورش کاشمیری نے میرا دوٹوک جواب سننے کے باوجود قادیانیوں کے مذہبی معتقدات میرے سامنے اس طرح رکھے جن کے مطابق امت کا ہر فرد حتیٰ کہ خود میں اور میرے ماں باپ بھی کافر نظر آنے لگے تھے۔ مجھے قادیانیوں کی کتابیں دیکھ کر بڑا غصہ آیا...... کم از کم میں تو یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ قادیانی امام حسنؓ، امام حسینؓ، علیؓ اور میرے ماں باپ کو کافر سمجھتے ہیں۔

لیکن جب میں نے اپنے غصے پر قابو پا کر شورش کاشمیری سے کہا: یہ تو درست ہے کہ قادیانی، امت کے ہر چھوٹے بڑے رکن کو کافر سمجھتے ہیں لیکن ان کے عقائد کے بارے میں کیا کر سکتا ہوں۔ یہ تو علماء کرام کا کام ہے کہ وہ لوگوں کو اپنی تبلیغ کے ذریعے ان عقائد سے تائب کریں اور جو وقت وہ تحریکیں چلانے میں صرف کرتے ہیں قادیانیوں کے خلاف تبلیغ میں صرف کریں۔ حکومت ان کی ہر طرح مدد کرنے کو تیار ہے۔

شورش کاشمیری نے میرے اس جواب کے بعد مجھ پر قادیانیوں کی جماعت کی سیاسی حیثیت واضح کی اور چار گھنٹہ کی گفتگو میں انھوں نے ثابت کیا کہ قادیانی پاکستان کے ازلی دشمن ہیں۔ وہ پاکستان میں بیٹھ کر اکھنڈ بھارت کے خواب دیکھ رہے